❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت عبادات
وقت 5-7 منٹ

اَنْتَ اَقْوٰی اَمِ اللّٰہ؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (المائدہ:7)

اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن چاہتا ہے کہ تمہیں بہت پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے تا کہ تم شکر کیا کرو۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وُہی اُس کے مُقرَّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

معزز سامعین! مجھے آج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد اَنْتَ اَقْوٰی اَمِ اللّٰہ؟ پر گفتگو کرنی ہے۔ گو یہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان بارے بیان ارشادات، احکام و فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے لیکن اِس حکیمانہ ارشاد پر اگر گہرائی سے غور کریں تو انسانی زندگی ہو خواہ مذہبی زندگی ہو۔ اِن دونوں پر یہ ارشادِ رسولؐ لاگو ہوتا ہے۔

آئیں! سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد کس صحابی کو کس موقع پر کس وقت اَور کیوں ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو زیادہ طاقتور ہے یا اللہ؟

روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے مہینے میں سفر کی حالت میں روزہ اور نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھو۔ اِس پر اُس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! مَیں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ اَقْوٰی اَمِ اللّٰہ؟ یعنی تو زیادہ طاقتور ہے یا اللہ؟۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں کے لئے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کو بطور صدقہ ایک رعایت قرار دیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کو کوئی چیز صدقہ دے پھر وہ اس چیز کو صدقہ دینے والے کو واپس لوٹا دے۔

(المصنف للحافظ الکبیر ابی ابکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی الجزء الثانی صفحہ 565 باب الصیام فی السفر)

سامعین! اِن الفاظ میں ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہلکی سی ناراضگی اور خفگی شامل نظر آتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ضرورت سے زیادہ سختی اپنے اوپر وارد کرتے ہیں یا وارد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کل کا سفر کوئی سفر نہیں ہے اس لئے روزہ رکھنا جائز ہے۔ آپؑ نے یہی وضاحت فرمائی ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ زبردستی اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا جائے بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی

کی جائے اور اپنی طرف سے تاویلیں اور تشریحیں نہ بنائی جائیں۔ جو واضح حکم ہیں ان پر عمل کرنا چاہئے اور یہ بڑا واضح حکم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ تو برکت اسی میں ہے کہ تعمیل کی جائے نہ کہ زبردستی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اکتوبر 2004ء)

سامعین! رمضان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ سہولیات سے فائدہ اٹھانے کا ذکر بہت سے مواقع پر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ذکر فرمایا اور ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بھی وقتاً فوقتاً بیان فرمایا جس کا ذکر ہم رمضان کے دنوں میں روزانہ کی بنیاد پر کرتے آئے ہیں۔ مجھے آج رمضان میں ملنے والی سہولیات کے بارے میں فائدہ اٹھانے پر گفتگو نہیں کرنی کیونکہ رمضان تو گزر گیا اور آئندہ رمضان میں اس پر دوبارہ گفتگو ہو گی ان شاء اللہ۔

مجھے آج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ میں بیان گہرے فلسفے اور تعلیم پر روشنی ڈالنی ہے جو ہماری زندگیوں پر حاوی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں وہ ہم سے نرمی کا سلوک روا رکھتا ہے اور احکامات بھی ایسے جاری کرتا رہا ہے جو ایک انسان کے بس میں ہوں اور انسان کو ہر ایسے فعل اور عمل سے منع فرمایا ہے جو اُس پر بھاری ہو۔ جیسے ایک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسّی بندھی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ اُم المومنین حضرت زینبؓ کی رسّی ہے، جب وہ (نفل) عبادت کرتے ہوئے تھک جاتی ہیں تو اُسے پکڑ لیتی ہیں یا اس کا سہارا لیتی ہیں (کچھ روایات میں آتا ہے کہ وہ اپنی چوٹی اس سے باندھ لیتی تھیں تاکہ نیند کا جھٹکا آنے پر بال کھنچیں اور وہ بیدار ہو جائیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس عمل کو ناپسند فرمایا اور حکم دیا کہ اِس رسی کو کھول دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ جب تک دل لگے نماز پڑھے، اور جب تھک جائے تو اسے چاہیے کہ سو جائے۔"

(صحیح بخاری کتاب التہجد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح وبدن کے حقوق میں توازن قائم رکھتے ہوئے امت کیلئے آسانی کی۔ آپؐ نے فرمایا:

"بلاشبہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے ملاقاتی کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔"

(صحیح البخاری، الادب)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مشقت اٹھانے اور خود کو آزمائش میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور آسانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کی جائے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"نیکی صرف رضا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسم کی سختی کے ساتھ نہیں اور روزوں میں بھی جسمانی سختی خدا تعالیٰ کے پیش نظر ہے ہی نہیں اور بہت سی باتیں جو پیش نظر ہیں مگر تکلیف دینا خدا کے پیش نظر نہیں ہے۔ پس جب خدا فرماتا ہے کہ چھوڑ دو تو چھوڑ دو جب خدا کہتا ہے رکھو تو رکھو۔ پس فرمایا مَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا جو بیمار ہو اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ تو پھر رمضان میں روزے نہ رکھنا بعد میں رکھ لینا۔ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ سختی کرو گے تو خدا بہت خوش ہو گا۔ اپنی جان کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے تو اللہ بڑا راضی ہو گیا تم مصیبت میں پڑ گئے۔ اللہ تو تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا... پس خدا کی وسیع نظر کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ جو اللہ چاہے جس حد تک سختی ڈالے اسی حد تک قبول کریں اس سے آگے بڑھ کر زبردستی آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جنوری 1996ء)

نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولیات کے حصول کی بات چلی ہے تو سفر جب ایک حد سے تجاوز کر جائے تو سفر میں نماز کی قصر کی اجازت ہے اگر سفر میں حالات بار بار نماز کی اجازت نہ دیں تو دو نمازیں جمع کر کے قصر کی جاسکتی ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام مہدی کے وقت میں نمازیں جمع کر کے ادا کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تُجۡمَعُ لَہُ الصَّلٰوۃُ۔ یعنی اُس کے لیے نمازیں جمع کی جائیں گی۔ یہ حدیث مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس حوالے سے فرماتے ہیں:

”دیکھو! ہم بھی رخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔ نمازوں کو جمع کرتے ہوئے کوئی دو ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں بسبب بیماری کے اور تفسیر سورۃ فاتحہ کے لکھنے میں بہت مصروفیت کے سبب ایسا ہو رہا ہے اور اِن نمازوں کے جمع کرنے میں تُجۡمَعُ لَہُ الصَّلٰوۃُ کی حدیث بھی پوری ہو رہی ہے کہ مسیح موعودؑ کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ اِس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود نماز کے وقت پیش امام نہ ہوگا بلکہ کوئی اور ہوگا اور وہ پیش امام مسیح کی خاطر نمازیں جمع کرائے گا۔ سو اب ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس دن ہم بیماری کی وجہ سے بالکل نہیں آسکتے اُس دن نمازیں جمع نہیں ہوتیں اور اس حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار کے طریق سے یہ فرمایا ہے کہ اُس کی خاطر ایسا ہوگا... خدا تعالیٰ نے ایسے ہی اسباب پیدا کر دیئے کہ اتنے عرصہ سے نمازیں جمع ہو رہی ہیں، ورنہ ایک دو دن کے لیے یہ بات ہوتی تو کوئی نشان نہ ہوتا۔ ہم حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ لفظ اور حرف حرف کی تعظیم کرتے ہیں“۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 446 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! نمازوں میں سہولیات سے فائدہ اٹھانے کے حوالے سے مزید عرض ہے کہ ذاتی نماز کو طول دینے اور باجماعت نماز کو مختصر کرنے کی تلقین ہے اِس کی وجہ کمزور اور بزرگ کے مقتدی ہونے کی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز باجماعت کی ادائیگی میں امام اگر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنے تو نماز کو اِس وجہ سے مختصر کر دے کہ بچے کے رونے سے اُس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَیں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دیتا ہوں، کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہو گی) تکلیف میں ڈالنا بُرا سمجھتا ہوں“

(صحیح بخاری کتاب الاذان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام کو لمبی نماز پڑھانے سے منع فرماتے تاکہ مقتدیوں کو مشقت نہ ہو۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہؓ نے ایک دفعہ اپنی قوم کو لمبی نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا:

”اے معاذ! کیا تم فتنے اور آزمائش میں ڈالتے ہو“؟

(صحیح البخاری حدیث 705)

سامعین! اسی طرح نوافل کی ادائیگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی سہولیات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کھڑا ہو کر پڑھنا مشکل ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر پڑھنا مشکل ہو تو لیٹ کر پڑھ لے اگر لیٹ کر بھی مشکل محسوس کرے تو لیٹے لیٹے تسبیحات درود شریف پڑھتا چلا جائے تو اُسے تہجد کے مطابق ثواب ملے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز کبھی کھڑے ہو کر پڑھتے اور کبھی بیٹھ کر ادا کرتے۔ کبھی لمبا قیام کرتے اور کبھی مختصر، رات کے نوافل میں کبھی باآواز بلند قرأت کرتے اور کبھی جلدی اور آہستہ، وتر، یعنی تہجد کبھی رات کے ابتدائی حصے میں پڑھتے، کبھی آدھی رات کو اور کبھی رات کے آخری حصے میں ادا فرماتے۔

عبادات میں آسانی پیدا کرنے اور تنگی سے بچانے کی مراد یہ ہے کہ اگر دینِ اسلام کسی معاملے میں رخصت اور سہولت مہیا کرتا ہے، یا کرنے اور نہ کرنے، ہر دو طرح کا اختیار دیتا ہے، تو ایسے معاملات میں سختی نہ کی جائے، بلکہ موقع محل دیکھ کر مناسب انداز میں حکم شرع بیان کر دیا جائے، مثلاً اشراق وچاشت اور دیگر نوافل، فرض ولازم نہیں ہیں، لہٰذا لوگوں کو اِس نوعیت کے احکام کا سختی سے پابند بنانے کی کوشش نہ کی جائے، ورنہ وہ دین سے دور ہو جائیں گے۔ ہاں نوافِل کی محبت پیدا کرنے کے لیے فضائل بیان کرتے رہنا چاہیے تاکہ آہستہ آہستہ وہ نوافِل بھی پڑھنے لگیں کہ بلاشبہ نوافِل اللہ کے قُرب کا بہترین ذریعہ ہیں۔

ان سہولیات کا آغاز تو وضو اور مسجد کی طرف سفر کرنے سے ہی ہو جاتا ہے۔ پانی میسّر نہ ہو یا بیماری کے عالم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا ممکن نہ ہو تو تیمّم کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اگر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے مسجد کی طرف جانا مشکل ہے تو گھر میں نماز ادا ہو سکتی ہے۔ حائضہ یا نفاس کی عورتوں کو جہاں نمازوں سے چھوٹ ہے وہاں اِس بات کا بھی مکلّف اُن کو نہیں بنایا گیا کہ وہ اِن دنوں کی نمازیں الگ سے ادا کریں۔ یہ چیز بھی سہولیات کے زُمرہ میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن سہولیات کے ذکر میں اِن امور کا اضافہ کیا ہے کہ ایسی عورتیں روزہ بھی نہ رکھیں۔ اپنے بچوں کو دودھ پلانے والی عورتیں بھی روزہ کی فرضیت سے آزاد ہیں وہ بعد میں اگر موقع ملے تو روزہ مکمل کر لیں ورنہ فدیہ دے دیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ (البقرہ:186) اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم

(سہولت سے) گنتی کو پورا کرو۔ یہاں مریض کے زُمرے میں حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین بھی آجاتی ہیں کیونکہ بعض اوقات خواتین میں اتنی طاقت نہیں ہوتی یا بچے کی صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے بہتر ہوتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور بعد میں جب صحت اجازت دے تو روزے مکمل کر لیں۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزے اور نماز کے ایک حصے کو اٹھا دیا ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی سے بھی روزے اٹھا دیے ہیں۔

(سنن ترمذی، کتاب الصوم)

حج کی فرضیت کو استطاعت کی سہولت کے ساتھ مشروط کیا گیا۔
زکوٰۃ فرض تو ہے مگر صاحب نصاب پر یعنی جس کے پاس ایک خاص حد تک مال و دولت پورا سال پڑی رہے اور وہ پورا سال اس کو استعمال نہ کرے تو اس پر زکوٰۃ سال میں صرف ایک مرتبہ ادا کرے۔
اضطراری حالات میں ہمارا دینِ فطرت وُسعت کا وسیع باب کھولتا ہے، جس کے احکامات ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ بہت سی ممنوعہ اشیاء کے بقدرِ ضرورت استعمال کو جائز قرار دے دیتا ہے۔
جب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہما کو یمن روانہ فرمانے لگے، تو انہیں یوں ہدایات ارشاد فرمائی:
يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا

(صحیح البخاری، جلد4، باب ما یکرہ من التنازع، صفحہ65، مطبوعہ دار طوق النجاۃ، بیروت)

یعنی تم دونوں وہاں جا کر لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا، انہیں تنگی میں نہ ڈالنا۔ خوشخبریاں دینا، متنفّر نہ کرنا۔ آپس میں ایک دوسرے کی معاونت کرنا اور آپس میں اختلافِ رائے نہ کرنا۔
الغرض "یَسِّرُوْا" یعنی لوگوں کو سہولت دینے کا دائرہ صرف اُسی قدر اور اُن ہی معاملات میں ہے کہ جن میں "**شریعت**" ہمیں سہولت مہیا کرتی ہے اور "لَا تُعَسِّرُوْا" یعنی لوگوں کو تنگی میں نہ ڈالنے کا حکم بھی اُن چیزوں کے بارے میں ہے کہ جن میں تنگی اور سہولت برابر ہے یا وہاں شریعت سہولت و رخصت مہیا کر دیتی ہے، تو وہاں سہولت کے مطابق حکم دینے اور تنگی سے بچانے کا حکم ہے۔ جہاں تک فرائض اور دیگر تمام ضروری شرعی احکامات کا معاملہ ہے، تو وہ اپنی جگہ لازم اور ضروری ہیں، کیونکہ یہ اُسی مہربان خدا کے لازم کیے ہوئے احکامات ہیں کہ جو مخلوق پر آسانی چاہنے والا، طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے والا اور دین میں کسی بھی طرح کی تنگی نہ رکھنے والا ہے۔
سامعین! جہاں اللہ تعالیٰ نمازیوں اور مومنین کے لیے آسانیاں مہیا کرتا ہے وہاں مومنوں کو بھی حکم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے آسانیاں پیدا کریں جیسے فرماتا ہے کہ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى یعنی اور ہم تجھے آسانی مہیا کریں گے نیز یہ دعا سکھلاتی سکھلائی رَبِّ یَسِّر ولا تعسّر یعنی اے اللہ! میرے لیے آسانیاں مہیا فرما نہ کہ سختی اور تنگی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی آسانیاں، زندگی اور انسانی مزاج کے عین موافق ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ٹھیک ٹھیک عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ صبح و شام اور اسی طرح رات کو ذرا سا چل لیا کرو اور درمیانی چال چلا کرو، تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔"

(صحیح البخاری حدیث: 6463)

یعنی تمام امور میں نرمی اور آسانی کی راہ اختیار کرو کیونکہ اس سے انسان سلامتی سے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور اس میں امت کیلئے سراسر آسانی اور ہر معاملے میں نرمی اور سہولت کا پہلو تلاش کرنے کی دعوت ہے تا کہ انسان پوری سرگرمی سے عمل کرے۔ طبیعت پر بوجھ بھی نہ ہو اور پورے شرح صدر سے وہ کام انجام دے۔ ایک بار آپؐ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر ہیشگی ہو، خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔"

(مسند احمد، حدیث: 2543)

کیونکہ مقصود اعمال پر دوام اور ہیشگی ہے، خواہ تھوڑا ہی ہو، لہٰذا مسلسل کیا ہوا تھوڑا عمل، اس زیادہ سے بہتر ہے جو کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔
یہی اصول اجتماعی زندگی کے لیے بھی ہے۔ یعنی دین میں آسانی کا یہ اصول صرف فرد کے لیے نہیں ہے، وہ جماعت اور قوم کے لیے بھی ہے۔ جس طرح انفرادی معاملات میں مشکل پیش آنے کی صورت میں فرد کے لیے شریعت کا حکم نرم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جماعت کے لیے بھی سخت حالات میں شریعت اپنے تقاضے کو نرم کر دیتی ہے۔

اسی طرح اگر ہر شخص اپنے کام میں مخلص ہو جائے اور پورے خلوص کے ساتھ دوسرے انسان کو سہولت مہیا کرے تو ایک قابلِ مثال معاشرہ کی تشکیل ممکن ہو گی۔ مثال کے طور پر اگر ایک استاد پوری دیانت داری سے طلبہ کو پڑھائے، ایک ڈاکٹر خلوصِ نیت سے مریض کا علاج کرے، ایک تاجر ایمانداری سے لین دین کرے اور ایک سرکاری ملازم فرض شناسی سے اپنی ذمہ داریاں نبھائے تو خود بخود معاشرے میں سہولت، انصاف اور ایک دوسرے پر اعتماد کا ماحول پیدا ہو جائے گا اور معاشرہ خود بخود راحت کا گہوارہ بن جائے گا۔ ایک مسلمان کے لئے دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کے باب میں سب سے روشن اور کامل اسوہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے، جن کی پوری زندگی سراپا رحمت اور سراپا سہولت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے قریبی ساتھیوں کے لئے، بلکہ دشمنوں، غلاموں، عورتوں، بچوں، اور جانوروں تک کے لئے بھی آسانی، نرمی، اور ہمدردی کا نمونہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل، ہر فیصلہ، ہر سلوک اس بات کا عملی نمونہ تھا کہ ایک مومن کیسے دوسروں کی زندگی آسان بناتا ہے۔ یہی وہ مثالی کردار ہے جو امت کے ہر فرد کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”قویٰ کی برداشت اور حوصلہ سے بڑھ کر کسی قسم کی شرعی تکلیف نہیں اٹھوائی گئی۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا (البقرۃ:287) اس آیت سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے نہیں جن کی بجا آوری کوئی کر ہی نہ سکے اور نہ شرائع واحکام خدائے تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے نازل کئے کہ اپنی بڑی فصاحت وبلاغت اور ایجادی قانونی طاقت اور چیستان طرازی کا فخر انسان پر ظاہر کرے اور یوں پہلے ہی سے اپنی جگہ ٹھان رکھا تھا کہ کہاں بیہودہ ضعیف انسان اور کہاں ان حکموں پر عمل درآمد؟ خدا تعالیٰ اس سے برتر وپاک ہے کہ ایسا لغو فعل کرے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 52، ایڈیشن 2022ء)

سامعین! اس اہم مضمون کو مَیں اپنی تقریر کے آخر پر سمیٹتے ہوئے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مومن اپنے اعمال سے خدا کو نہیں منا سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَیں بھی اپنے عمل کے بل بوتے پر نہ بخشا جاؤں گا جب تک خدا کا فضل نہ ہو۔

(سنن دارمی، حدیث نمبر: 2775)

ایک بار حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے کہا کہ بشیر! تم بتاؤ علم اچھا ہے یا دولت؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پاس ہی بیٹھے تھے۔ جب آپ نے سنا تو فرمایا۔

”بیٹا محمود! توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ نہ علم اچھا نہ دولت۔ خدا کا فضل اچھا ہے“ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے چھوٹے سے بیٹے کے دماغ میں شروع سے یہ خیال ڈال دیا کہ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو علم اور دولت کسی کام کے نہیں کیونکہ اس علم اور دولت سے اگر برے کام کرنے لگ جائیں تو یہ برے بن جاتے ہیں۔“

(حضرت مصلح موعودؓ: تصنیف۔ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ۔ صفحہ 5-6)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 30 ؍جنوری 2015ء میں فرماتے ہیں:

”پس اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو جو اعضاء دیئے ہوئے ہیں، جو طاقتیں دی ہوئی ہیں اس کے قویٰ کی برداشت اور طاقت کے مطابق اپنے احکامات پر عمل کرنے کی انسان سے توقع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی ہماری طرح نہیں ہے کہ اپنا رعب قائم کرنے کے لئے حکم دے دیئے۔ ان افسروں کی طرح جو اپنے ماتحتوں کو تنگ کرنے کے لئے بعض حکم دیتے ہیں اور نہ عمل کرنے کی وجہ سے ان کو ذلیل ورسوا کرتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی رحمت تو اپنے بندوں پر بیشمار ہے۔ انسان عمل کرے جن باتوں کے عمل کرنے کا حکم دیا ہے تو کئی گنا اجر دیتا ہے اور ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق اس سے عمل کی توقع رکھتا ہے اور بیشمار اجر دیتا ہے۔ پس کیا ایسا خدا جو اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہو اس کی باتوں پر عمل کرنے کی انسان کو اپنی استعدادوں کے مطابق کوشش نہیں کرنی چاہئے؟ یقیناً ایک حقیقی مومن اس کے لئے کوشش کرے گا اور کرنی چاہئے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡